رسالہ عمل بالحدیث

مولانا ولایت علی صادق پوریؒ

ترجمہ

مولانا ابوبکر صدیق (فاضل عربی فارسی)



المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور۲

خیر الهدی ہدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

رسالہ

عمل بالحدیث

تالیف

حضرت مولانا ولایت علی صادق پوری نور اللہ مرقدہٗ

۱۲۰۵ ———— ۱۲۶۹ھ

مع ترجمہ

مسلک حدیث

مولانا ابوبکر صدیق صاحب فیروز پوری فاضل عربی و فارسی (لاہور)

ناشر

المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ۔ لاہور ۲

سلسلہ مطبوعات نمبر ٢٩

طابع ـــــــــــــــــــ احمد شاکر

ناشر ـــــــــــــــــــ المکتبۃ السلفیہ۔ لاہور

مطبع ـــــــــــــــــــ استقلال پریس لاہور

تاریخ اشاعت ـــــــــــــــــــ ذوالقعدہ ١٣٨٥ھ
مارچ ١٩٦٦ء

قیمت ـــــــــــــــــــ ۴۳ پیسے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وبہ استعین وصلی اللہ علی محمد وآلہ واصحابہ وسلم

تقریب

"اتباع سنت واجتناب از بدعت کا بیج سرزمین برصغیر میں شاہ ولی اللہؒ (۱۱۷۶ھ) نے ڈالا۔ ان کے پوتے مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ (۱۲۴۶ھ) کے عہد میں یہ بیج برگ وبار لایا۔" (اتحاف النبلاء ص ۴۱۷)

امر واقعہ یہ ہے کہ اس "بیج کے برگ وبار" لانے اور عوام تک توحید وسنت کی دعوت پہنچانے کی سعادت سب سے زیادہ مولانا شہیدؒ کے خاص تلمیذِ رشید مولانا ولایت علی (۱۲۶۹ھ) کو حاصل ہوئی۔ انہوں نے استاد شہیدؒ کے شروع کردہ کاموں کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ انہیں بہت آگے بڑھایا۔ مولانا نواب سید محمد صدیق حسن خانؒ (۱۲۴۸ — ۱۳۰۷ھ) اور محدث بے نظیر مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ (۱۲۲۵ — ۱۳۲۰ھ) اس مبارک سلسلہ کی علماً وعملاً دو مرکزی شخصیتیں ہو گذری ہیں۔ اور دونوں ہی اپنے اپنے طور پر مولانا ولایت علیؒ کے وعظ وتذکیر سے مستفیض ہوئیں۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ مواعظ دونوں بزرگوں کی علمی، عملی، تدریسی اور تالیفی مساعی کا منبع ہوئے۔ اور برصغیر میں شیوعِ عمل بالحدیث کے سوتے اسی سرچشمۂ فیض سے پھوٹے۔

مولانا نے خالص اسلام کی طرف دعوت اپنی مجالسِ تذکیر ومواعظت کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی پھیلائی۔ ایک طرف مولانا شہیدؒ کی متعدد دعوتی تالیفات شائع کرائیں تو دوسری طرف احوال وظروف کے مطابق خود بھی چھوٹے چھوٹے رسالے تالیف اور شائع کیے اسی سلسلۂ زرناب کی ایک کڑی رسالہ "عمل بالحدیث" بھی ہے جس میں مسئلہ تقلید اور عمل بالحدیث کو بہت معتدل طریقے اور ولی اللہی فکر کی روشنی میں پیش کیا ہے۔

یہ رسالہ حضرت مؤلف نے خود شائع کیا تھا، اس کے بعد کئی بار۔ بلکہ با ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ لیکن اب ایک مدت سے ناپید ہے، حالانکہ ضرورت آج بھی ایسی کتابوں کی ختم نہیں ہو گئی بنا برین میرے نہایت عزیز دوست مولانا ابوبکر صدیق سلفی فیروز پوری حال لاہور زادہ اللہ علماً وفہماً ورشداً وہدایۃ ومحبت نے "مسلک حدیث" کے عنوان سے اس کا شگفتہ ترجمہ کر دیا ہے۔

جس کے لیے احقر ان کا ممنون ہے۔ اور المکتبۃ السلفیہ اس کی اشاعت کا شرف حاصل کر رہا ہے۔ ذیل میں "کردار کے غازی" اُس بزرگ کے مختصر سوانح حیات بھی شامل کر دیے گئے ہیں جس نے سالہا سال انگریز کا ناک میں دم کئے رکھا۔ اور آخر اسی راہِ جنون میں جان قربان کر دی — !

مختصر سوانح حیات

حضرت مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۰۵ — ۱۲۶۹ھ

مولانا ولایت علی بن فتح علی ۱۲۰۵ھ / ۱۷۹۱ء میں ہندوستان کے مشہور قصبہ صادق پور کے ایک زبیری خاندان میں پیدا ہوئے۔

"صادق پور شہر عظیم آباد پٹنہ (بہار، ہند) کا ایک محلہ ہے۔ یہاں کا ایک ہاشمی (زبیری) خاندان عرصۂ دراز سے علم و فضل میں ممتاز رہا۔ حضرت سید احمد شہیدؒ نے جب علمِ جہاد بلند کیا تو اس خاندان کے ایک ممتاز فرد مولانا ولایت علی (۱۲۶۹ھ / ۱۲۵۲ء) لبیک کہنے والوں کی صفِ اوّل میں تھے۔ پھر ان کی تبلیغ سے پورا خاندان اس دعوت کا علم بردار ہو گیا اور اس سلسلے میں ان لوگوں نے وہ کچھ کر دکھایا جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا — !

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ؎ ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما!"

"مختصر طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ سید صاحبؒ کی شہادت (۱۲۴۶ھ / ۱۸۳۱ء) سے لے کر ۱۸۶۷ھ / ۱۲۸۶ء تک حکومت (انگریزی) کی دار و گیر کے باوجود مسلسل چالیس سال تک صادق پور والوں نے جہاد کا عَلَم سرنگوں نہیں ہونے دیا۔ پھانسی، جلاوطنی، حبس دوام، ضبطی اور ہر قسم کی سخت اذیتیں دی گئیں۔ لیکن یہ اللہ کے بندے راہِ حق سے نہ ہٹے۔" (مولانا سندھی کے افکار پر ایک نظر ص ۵ ۔ ۶)

تحصیل علم | ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے علماء سے حاصل کی۔ پھر لکھنؤ گئے۔ جہاں ہر ہر علم کے فاضل اساتذہ سے درسیات کی تکمیل کا مرحلہ طے کیا۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب شہیدؒ سے حدیث

پڑھی۔ ان ہی ایام میں مولانا شہیدؒ کی تحریک اصلاح و جہاد میں شامل ہو گئے۔ اور حضرت سید احمد شہیدؒ سے جہاد پر بیعت کر لی۔

شوقِ جہاد تکمیل علوم کے بعد وطن میں آکر تدریس، تبلیغ اور اصلاح میں مشغول ہو گئے۔ جب استاد و امام نے یاغستان کی طرف جہاد کے لیے کوچ کیا۔ تو ان کے ساتھ ہو لیے۔ اور کافی مدت وہاں رہے۔ چونکہ حضرت سید صاحبؒ کے خاص معتمد علیہ تھے اس لیے ایک دفعہ کابل کی سفارت پر ان کو ہی بھیجا گیا۔ پھر سید صاحب کی رائے ہوئی، کہ آپ بغرض تنظیم و تبلیغ حیدر آباد دکن کے علاقے میں جائیں۔ اگرچہ آپ کے لیے میدانِ جہاد سے جدائی مشکل تھی، لیکن امیر کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے دکن کی طرف روانہ ہو گئے۔ کافی مدت مفوضہ فرائض جانفشانی سے سرانجام دیئے۔ دعوتی نقطہ نظر سے یہ دورہ نہایت کامیاب رہا۔ حیدر آباد دکن کے دوران قیام ہی بالاکوٹ کے میدان میں استاذ و امام دونوں کے شہید ہو جانے کی خبر ملی، تو واپس صادق پور آگئے۔ تحریک کو ہاتھ میں لینا پڑا۔ امیر جماعت مجاہدین ہو کر ساری قوت مجتمع کی۔ اور سرحد پار ستھانہ (یاغستان) روانہ ہو گئے۔ اور انگریزوں اور سکھوں سے جہاد شروع کر دیا۔

سفرِ حج اور سندِ حدیث لیکن غالباً ۱۲۴۶ھ میں حج پر چلے گئے۔ حج کے بعد ممالک عربیہ کی سیاحت کے لیے نکل گئے۔ اسی سفر میں مشہور مفتی احناف شیخ عبداللہ سراجؒ (مکہ معظمہ) اور یمن کے نامور محدث قاضی شوکانیؒ (۱۲۵۰ھ) سے علم حدیث کی اسناد اجازات حاصل کیں۔ آخر الذکر نے فقہ الحدیث میں تالیف کردہ اپنا ایک مختصر متن "الدرر البھیۃ" بھی عنایت فرمایا۔

مراجعت وطن اور جہادی سرگرمیاں سفر سے واپس آکر اپنے بھائی مولانا عنایت علیؒ (۱۲۷۴ھ) کو سرحد پار جہادی مہم پر بھیجا۔ اور کچھ دنوں بعد خود بھی سنہ ۱۲۶۳ھ/۱۸۴۷ء میں ایک لشکر لیکر پہنچ گئے۔ اور کمان اپنے ہاتھ میں لے لی۔ یہ جنگ گلاب سنگھ راجہ کشمیر سے لڑی جا رہی تھی جس کی پشت پر انگریز تھے۔ آپ کی سرکردگی میں گلاب سنگھ کو شکست فاش ہوئی۔ اور میدان مجاہدین کے ہاتھ رہا۔ لیکن راجہ کو انگریزوں نے پناہ دی۔ اور صاف طور پر سامنے آگئے۔ مولانا کو گرفتار کر لیا اور لاہور لے آئے۔ بعدہٗ دو سال کے لیے آپ کو صادق پور میں نظر بند کر دیا۔ نظر بندی کی مدت میں بھی تدریس اور وعظ و تذکیر میں انہماک برابر رہا۔ مگر مدت نظر بندی

ختم ہوتے ہی ہجرت کر کے سرحد پار پہنچ گئے۔ جہاں تلقینِ ذکر اور فنونِ حربیہ کی تعلیم کے علاوہ انگریز سے لڑائی لڑنے کی تیاریاں بھی برابر کرتے رہے۔

مسلک عمل بالحدیث سے والہانہ شغف تھا۔ صحیح، صریح غیر منسوخ کے مقابلے میں کسی مذہب کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ بنا بریں آمین بالجہر اور رفع الیدین وغیرہ مسائل پر عامل ہو جانا قدرتی تھا۔ ایک بار فرقۂ مقلدین (احناف) نے ایک جید عالم مولانا محمد فصیح صاحب غازیپوریؒ (۱۲۸۵ھ) کو اہلِ حدیث سے متذکرہ مسائل اور تقلید پر مناظرہ کے لیے بلایا۔ اہل حدیث کی طرف سے آپ نے کامیاب مناظرہ کیا جس میں خاص خاص لوگ ہی موجود تھے۔ مولانا نے اثنائے گفتگو میں جو انگ کمرے میں ہو رہی تھی فرمایا "یہ متفقہ اصول ہے کہ اگر کوئی حنفی کسی حدیث صریح غیر منسوخ کو دیکھ کر خلاف مذہب امام ابو حنیفہؒ اس پر عمل کرے تو وہ مذہب حنفی سے خارج نہیں ہوتا بمصداق قولِ امامؒ اُتْرُكُوا قَوْلِي بِخَبَرِ الرَّسُوْلِ (میرا قول، حدیث رسول کے مقابلہ میں ترک کر دو) یہ رفع الیدین اور آمین بالجہر سنت ہیں جن کا سنت ہونا بعض حنفیہ کے نزدیک بھی ثابت ہے"۔ بعد اطمینان مولانا محمد فصیحؒ یہ اعلان کرتے ہوئے کہ یہ لوگ (اہلحدیث) حق پر ہیں"۔ مولانا کے مخلص مریدوں میں شامل ہو گئے۔ (سوانح احمدی ص ۲۱۸)

مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ (۱۹۰۵ء) لکھتے ہیں :-

"ہندوستان میں عمل بالحدیث کا چرچا اسی (مولانا ولایت علیؒ) کے گھر سے شروع ہوا۔۔۔۔ یہ لوگ کل مسائل حنفیہ پر جب تک کہ مخالف کسی حدیث صریح غیر منسوخ کے نہ ہوں عمل کرتے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ بذریعۂ سلوک راہ نبوت یا ولایت کے توحید اور اتباعِ سنت میں پختہ ہو کر اللہ کی محبت کو حاصل کرنا چاہیے"۔ (سوانح احمدی ص ۲۲۵)

مولانا حکیم عبدالحی مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ لکھتے ہیں۔ کان حریصًا علی اتباع السنۃ السنیۃ متتبعًا للسنن فی کتب الحدیث والسیر عاملًا بہا جامعًا بین العلم والعمل والعبادۃ والفتوۃ عالی الہمۃ بعید النظر رابط الجأش زاھدًا فی الدنیا مقبلًا الی اللہ بقلبہ وقالبہ قوی التاثیر کثیر الابتہال والدعاء (نزھۃ الخواطر ص ۵۲۵ ج ۷)

شعر وسخن اُردو اور فارسی میں نہایت عُمدہ شعر فی البدیہ کہتے تھے۔ لیکن شاعری بھی توحید وسنت کی تائید اور شرک وبدعت کی تردید میں فرمائی۔

ایک روز اثنائے وعظ میں ردِّ شرک پر ایک نہایت عُمدہ نظم فی البدیہ کہہ ڈالی یہ سُن کر لوگ تعجب سے کہنے لگے، یہ نظم کسی قدیم فارسی شاعر جامی وغیرہ کی معلوم ہوتی ہے۔ بطور نمونہ اس نظم کے چند اشعار درج ذیل ہیں ؎

فرمود رسول آشکارا　　من نیز برادرم شمارا
ہرگز نہ عبادتم نمائی　　نہ غوث وقطب انبیاء را
من مشکلِ خود نمی کشائم　　بر غیر مرا کجاست یارا
طاقت نہ بود سوائے ایزد　　درویش وفقیر واولیاء را
کار پاکاں دُعاست لیکن　　تبدیل نمی کنند قضا را
جُز حق نبود کہ دست گیرد　　مسکین وغریب وبے نوا را
مخصوص بحق بود عبادت　　با بندہ نیست اسے یک ھا را
غیر از درِ شاہ بندہ پرور　　پیش کہ بریم التجا را
ہم درد تو دادۂ خدایا　　ہم از تو طلب کنم دوا را
تو مشکل دشمناں کشائی　　تا چند گذاری آشنا را
جز ذاتِ خدا بہ پیش دیگر　　ہرگز نہ برید ماجرا را
تو بندۂ بندگاں چرائی　　بگزاشتی درِ خدا را
حاجت طلبی بغیر مولا　　عیب است غلام باوفا را
ہرکس کہ شریک باخدا کرد　　در دوزخ ونار ساخت جا را
از شرک گریز صد منازل　　دوزخ دائم مکن گوا را
فرمود خدا کہ مردہ وکر　　نشنید گہے زکس ندا را

فریاد کنید آں خدا را — کاں مے شنود ز تو دُعا را
تابوت و نشان و قبر نیزہ — ایں جملہ بمثلِ سنگ خارا
در قبر بود سوال اعمال — پرسند نہ حال کربلا را
عالم بہ نماز و روزہ مغرور — شرک و کفرش گرفت پارا
مشرک شدہ زاہد و مشائخ — گیرند برائے زر ریا را
صد حیف کہ عالماں ایں دہر — کردند شعار خود دغا را
قرآن و حدیث را بپوشند — تبدیل کنند مدعا را
اے مومن پاک اے مسلماں — گر خواستی رہ رضا را
قرآن و حدیث را بنہ
بگذار کلام ما سوا را (سوانح احمدی)

پُرتاثیر مواعظ وعظ بے حد پُرتاثیر ہوتا تھا۔ نواب صدیق حسن خانؒ لکھتے ہیں:-

"مولوی ولایت علیؒ نے جامع مسجد قنوج میں چند جمعہ تک وعظ کہا، مجھ سے کہہ گئے "بلوغ المرام ضرور پڑھنا" میں اس وقت بارہ تیرہ برس کا ہونگا۔ اس کا مدّت دراز کے بعد نتیجہ ظاہر ہُوا کہ میں نے بلوغ المرام کی شرح (مسک الختام) لکھی جو اثر سریع میں۔ نہ وعظ مولوی ولایت علی مرحوم میں پایا کسی کے وعظ میں دیکھا نہ سُنا۔ ان کے پاس بیٹھنے سے دل دُنیا سے بالکل سرد ہو جاتا تھا! اور دین کا جوش تہ دل سے اُٹھتا تھا۔ یہ مصرع میں نے انہیں سے یاد کرلیا

ع ہم طرزِ جنوں اور ہی ایجاد کرینگے" (ابقاء المنن ص ۱۲)

"بلوغ المرام" نویں صدی ہجری کے ایک محدث حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ (۸۵۲ھ) کی تالیف اور تقریباً دو ہزار احادیث پر مشتمل حدیث کی مختصر اور تحقیقی کتاب ہے جس سے:

• مولانا ولایت علیؒ کو خاص شغف تھا۔

اپنی مجالس درس میں قرآن مجید کے لفظی ترجمے کے ساتھ "بلوغ المرام" کا ترجمہ چھوٹوں بڑوں سب کو پڑھواتے تاکہ اللہ کی مرضی اور غیر مرضی سے آگاہ ہو جائیں۔" (سرگذشت مجاہدین ص ۲۲۹ بحوالہ تذکرہ صادقہ ص ۱۶)

مولانا بشیر محمد صاحب تاجر کتب کراچی کے ذاتی کتاب خانے میں بلوغ المرام مترجم اردو ٹائپ کا چھپا ہوا ایک بہت قدیم نسخہ ہے۔ جو مولانا مرحوم کی ہی مساعی کا مرہون منت ہے اور اس مبارک کتاب کا سب سے پہلا اردو ترجمہ غالباً وہی ہے۔

حضرت نواب صدیق حسن کی طرح حضرت میاں صاحب دہلوی کو بھی اپنے وطن سورج گڈھ میں حضرت کا وعظ سننے کا اتفاق ہوا۔ جس سے وہ بے حد متاثر تھے۔ (سرگذشت ص ۲۳۰)

اشاعتی اور تالیفی ذوق دعوت توحید و سنت کا والہانہ عشق حضرت نے اپنے استاذ مولانا شہید سے ورثے میں پایا تھا۔ اس جذبے کے تحت ہی مولانا شاہ محمد اسحاق (م ۱۲۶۲ھ) سے شاہ عبد القادر (۱۲۳۰ھ) کا ترجمہ فوائد موضح القرآن اور مولانا شہید کے رسائل حاصل کر کے طبع و شائع کرائے۔ اور تنظیم جماعت نیز جہاد کی فوجی مہمات میں انہماک کے ساتھ ساتھ خود بھی کچھ نہ کچھ لکھتے ہی رہے۔ ان میں سے شائع شدہ رسالوں کے نام یہ ہیں۔ اربعین فی المہدیین (عربی)۔ رسالہ رد شرک (فارسی)۔ رسالہ عمل بالحدیث (فارسی) یہی جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ رسالہ دعوت (اردو) رسالہ تیسیر الصلوۃ (اردو) رسالہ شجرہ باثمرہ (اردو) رسالہ تبیان الشرک (اردو) یہ سب رسالے مجموعہ رسائل تسعہ میں طبع ہو چکے ہیں۔ جس کو آپ کے بھتیجے مولانا عبد الرحیم صاحب صادق پوری نے ۱۳۲۱ھ (۲۲۸۳) مطبع فاروقی دہلی میں طبع کرایا تھا۔

احیائے سنت آپ کی ذات سے جو احیائے سنت ہوا، اس کی تفصیل کے لیے ایک دفتر چاہیے۔ عہد حاضر کے "روشن خیال" حضرات کو ... یہ چیزیں معمولی اور حقیر معلوم ہوں گی

لیکن جب آپ آج سے سو برس (سے زائد) پہلے کے حالات کا تصور کریں گے تو ان کی اہمیت معلوم ہوگی ... اور جذبہ اتباع سنت کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔"

(ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۵۱)

راہِ جہاد میں وفات آخری سالوں میں صادق پور سے ہجرت کر کے سرحد پار یعنی ستھانہ چلے گئے۔ وہاں تین چار برس مجاہد فوجوں کی عسکری تنظیم و تربیت میں مصروف رہے۔ تاکہ پوری تیاری سے انگریزی حکومت سے دو دو ہاتھ کریں۔ لیکن ابھی کوئی قدم اٹھانے نہ پائے تھے کہ ۲۲ر محرم ۱۲۶۹ھ ~~۱۲۶۹ھ~~ / نومبر ۱۸۵۲ء کو ۶۴ سال کی عمر میں ——— سید صاحب کی شہادت سے ۲۲ سال بعد ——— راہی عالم جاودانی ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

"شدہ جائے سیرش بہ فردوس پاک" اور طاب غازی مہاجر سے تاریخ
۱۲ ھ ۶۹ ۱۲ ھ ۶۹
نکلی[1] رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

بندۂ ضعیف و فانی

محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی

مدیر المکتبۃ السلفیۃ لاہور

---

[1] تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہوں سوانح احمدی از مولانا محمد جعفر تھانیسری ص ۲۰۷-۲۲۶ (طبع فاروقی)، نزہۃ الخواطر ص ۵۲۴ —— ۵۲۵ ج ۷۔ ہندوستان کی پہلی اسلامی تاریخ ۴۸ تا ۵۶ طبع اول۔ مولانا عبید اللہ سندھی کے افکار پر ایک نظر از مولانا مسعود عالم ندوی ص ۷۴-۷۶ وغیرہ صفحات۔ سرگزشت مجاہدین ۲۲۵ —— ۲۸۱۔ از مولانا مہر اور رسالہ امام شوکانی از حنیف بھوجیانی ص ۴۷۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلک حدیث

ترجمہ

رسالہ عمل بالحدیث

آں ہادی مطلق سزاوار حمد ہست کہ نور آیات قرآنیش اسیر ظلمت کدہ نفس را دستگیر شدہ۔ و درود نامعدود بر سید المرسلین و خاتم النبیین کہ کلمات طیباتش شفا بخش امراض قلبی و عوارض روحانی گشتہ و بر آل و اصحابش کہ پائے ہمت در سبیل اتباعش نہادہ از ظلمات ضلالت نجات دادہ از دل مردگی حیات یافتند۔

اما بعد چوں کثرت سوال باراں در اتباع احادیث شد بر ایں فقیر وارد میگشت بہ دل گفتم کہ مختصرے یکبار تحریر نمائم و پیش ہر سائلے عرض دارم کہ رفع تکلیف بار بار و پیش دوستاں یادگار باشد سہ فصل دریں رسالہ مکتوب گشتہ۔

تعریف کے لائق اس ہادی مطلق کی پاک ذات ہے جس کے قرآن کی آیتوں کا نور نفسانی اندھیروں میں اسیر لوگوں کے لئے مددگار ہے۔ اور بے شمار درود و سلام سید المرسلین خاتم النبیین پر جن کے پاکیزہ کلمات روحانی تکلیفوں اور قلبی امراض کے لئے اکسیر ثابت ہوئے۔ اور آپ کے آل اور آپ کے صحابہ کرام پر جنہوں نے آپ کی اتباع عزم و ہمت سے کی اس طرح گمراہی کے اندھیروں سے نجات پائی اور مردہ دلی سے نجات پا کر زندہ دل بن گئے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حمد و سلام کے بعد چونکہ دوستوں کی طرف سے حدیث نبوی کی پیروی کے سلسلہ میں اس فقیر کے پاس سوالات بکثرت آتے رہتے ہیں لہذا میں نے ارادہ کیا کہ ہر سائل کو الگ الگ جواب دینے کی بجائے ایک مختصر سا رسالہ اس موضوع پر لکھ دیا جائے جو ہر سائل کے سامنے پیش کیا جا سکے اور دوستوں کے پاس ایک یادگار بھی رہ جائے اس رسالہ کو تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے

فصل اول در استحسان فقاہت

قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (البقرہ ۱۲۲) یعنی از ہر فرقہ یک طائفہ را باید کہ غور و تامل کنند در دین۔ ایں آیت نص است در امر فقاہت و ہمچنیں بسیارے از آیات و احادیث دریں باب وارد گشتہ...... و فقاہت در دین عبادت است از استخراج احکامے موافق رضائے پروردگار کہ در قرآن و حدیث مصرح واقع نشدہ مثل غلامے کہ از حضور باشی آقائے خود و استماع احکام و انجام کار در مدتے مرضی دان و طبیعت شناس گشتہ و پایہ اش بجائے رسیدہ کہ اگر مولایش از پیش خود جدا میکند و در غیبت آں کارے چنیں وارد میشود کہ حکم آں از زبان آقائے خود نشنیدہ ہر آئینہ بسبب طبیعت شناسی سرانجام آنکار موافق رضائے مولی تواند کرد و ایں

پہلی فصل دین کی سمجھ کی خوبی اور فضیلت کے بیان میں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: پس کیوں نہیں نکلی ان سے ایک جماعت تاکہ دین میں سمجھ حاصل کریں یعنی ہر فرقے میں سے ایک گروہ ایسا چاہیئے جو دین میں سمجھ بوجھ پیدا کریں۔ یہ آیت شریف فقاہت کے حکم پر واضح دلیل ہے۔ اس مضمون کے سینے میں اسی قسم کی اور بہت سی آیات و احادیث آتی ہیں۔ فقاہت سے مراد یہ ہے کہ ایسے مسائل و احکام کا اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق استنباط کرنا جن کا قرآن وحدیث میں صراحۃً ذکر نہیں ہے اس کو ایک غلام کی مثال کے ذریعے یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے آقا کی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہنے اور احکام سننے اور کام انجام دینے کی وجہ سے اپنے آقا کا طبیعت شناس اور مرضی دان ہو جاتا ہے اور اس مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر اسے اپنے آقا کی عدم موجودگی میں کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے جس کے متعلق اس نے اپنے آقا کی زبان سے کوئی حکم نہ سنا ہو تو بلا شبہ وہ اپنے آقا کا طبیعت شناس اور مرضی دان ہونے کے باعث اس معاملہ کو اپنے آقا کی پسند کے موافق انجام دے سکے گا۔ اور یہ چیز...

چیزیست جلیل القدر و از ضروریات دین و آں مرضی و ان بحضور خداوندگار
قدر و وقار و عزت و اعتبار دارد...... و از فقاہت است فہمیدن
مدارج اوامر و نواہی مثل فرض و واجب و سنن و نوافل و مستحب و مباح
و حرام و مکروہ و غیرہ ذالک و بغیر دریافت مدارج احتمال قوی است کہ سر رشتہ
تابعداری حق جل و علا بالکل از دست بعض اشخاص گسستہ شود کہ بہ
تمام اوامر و نواہی دست ہمت دراز کردن کار ہر شخص نیست لابد
ضروری را از غیر ضروری تمیز دادہ بقدر تحمل نفس ضروریات را اختیار خواہد
نمود و از فقاہت فی الدین عمدہ است دانستن حقائق و اسرار شرائع اما این
طائفہ را فقہاء نمے نامند بلکہ علم حقائق و اسرار را باعث علو شان آں فن جداگانہ
قرار دادہ اند...... و از فقاہت است تامل در محاورات کلمات مثل

فقاہت ایک عظیم الشان اور اہم چیز ہے اور دین کی ضروریات میں داخل ہے خدا اور رسول کا مرضی
اللہ تعالیٰ کے حضور میں قدر و وقار رکھتا ہے ...... اور اوامر و نواہی
کے مراتب و مدارج کو سمجھنا بھی فقاہت میں داخل ہے جیسے فرض، واجب، سنن و نوافل، مستحب
مباح اور حرام و مکروہ وغیرہ۔ ان مراتب و مدارج کو معلوم کئے بغیر قوی احتمال اس بات کا ہے کہ بعض
لوگوں کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا رشتہ بالکل ہی چھوٹ جائے کیونکہ تمام اوامر و نواہی پر کار
بند ہونے کے لئے عزم و ہمت کا کام ہے اور یہ ہر شخص کے بس میں نہیں ہے۔ لامحالہ وہ ضروری کو
غیر ضروری سے الگ کر کے نفس کی برداشت کے مطابق ضروریات کو اختیار کرے گا۔ شرعی امور
کے حقائق و اسرار کو جاننا بھی عمدہ فقاہت ہے لیکن اس گروہ کو فقہا نہیں کہا جاتا بلکہ حقائق و اسرار
کے علم کو اس کی بلالت شان کے پیش نظر ایک الگ فن قرار دے دیا گیا ہے کلام عرب
کے محاورات میں حقیقت و مجاز اور تشدید و تعلیق اور ترکیب کے الفاظ
سے غور و فکر کرنا بھی فقاہت کا حصہ ہے۔ اسی طرح کے اور بھی بہت سے امور ہیں

حقیقت و مجاز یا تشدید و تغلیظ و ترغیب و ہمیں طور اکثر امور اند کہ این مقام
تنگ گنجائش آن نمیدارد و آثار فقاہت فی الدین یافتہ میشوند در امام ابی
حنیفہ رح و امام شافعی رح و ابن حنبل رح و مالک رح و اکثر اتباع شان شکر
اللہ مساعیہم اودر اوائل زمانہ ہنوز تدوین احادیث نشدہ بود این بزرگان
ازجابجا تحقیقات حدیث کردہ مسائل استخراج می نمودند و در جمع نمودن
احادیث و اسانید آن کوشش ہائے بلیغ میصرف نمودند بایں وسیلہ جنابت (؟)
ومرتبت وافر بحضور مولائے خود پیدا نمودند لابد محبت ایشان در خاطر
عقیدت مآثر خود باید داشت و پیروان ایشانرا از مقبولان بارگاہ الٰہی
باید شمرد و مردمان چند برآمدہ اند دل مردہ و از ظاہر پئے بمعنی نبردہ اوقات
عزیز خود را در تحصیل دنیا برباد دادہ و پائے ہمت در میدان تامل ننہادہ
بطور دزدان نظر بر کیسہ ہر آشنا و ناآشنائے انداز ند دکورانہ دست

اس مختصر سے رسالے میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔ فقاہت کی علامات حضرت امام ابوحنیفہ رح حضرت
امام شافعی حضرت امام احمد رح اور حضرت امام مالک رح اور ان کے اکثر و بیشتر متبعین میں پائی جاتی ہیں اللہ تعالی
ان کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ شروع زمانہ میں جبکہ ابھی احادیث کی جمع و تدوین مکمل نہیں ہوئی تھی یہ بزرگ
حدیثوں کی تحقیقات کر کے ان سے مسائل نکالتے تھے۔ حدیثوں اور ان کی اسناد کو جمع کرنے میں بڑی کاوشیں
کوششیں فرمائی ہیں یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں نے اللہ عزوجل کے حضور میں قدر و منزلت کا نام و مقام
حاصل کر لیا ان لوگوں سے محبت و شیفتگی دل میں ضرور رکھنی چاہیئے اور ان کے متبعین کو بارگاہ الٰہی کے
مقبول لوگوں میں شمار کرنا چاہیئے۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوئے ہیں جو مردہ دل ہوتے ہیں جن کی نظر ظاہر سے
تجاوز کر کے معنی تک نہیں پہنچی و ملتے قیمتی اوقات کو دنیا حاصل کرنے میں ضائع و برباد کرتے ہیں
وہ غور و فکر کے میدان میں ہمت کا قدم نہیں رکھتے چوروں کی طرح ہر آشنا و ناآشنا
کی جیب پر نظر رکھتے ہیں ہر عقل مند اور دیوانے کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہیں

برشانه هر عاقل و دیوانه میگذارند دیدن قرآن و حدیث و تامل دران بالکل موقوف
نمودند و هر سخنے که در کتاب نوشته می بینند خواه موافق قرآن و حدیث باشد
خواه مخالف بی تکلف قائل آن میشوند بعضے از ایشان قرآن و حدیث را مطلقا
نمی بینند و بعضے اگر می بینند معنی آں تامل نمکنند و بعضے اگر تامل میکنند فکر در
نصائح و اخبار قیامت و برزخ و ترک دنیا و مثل آن میکنند

اما استنباط احکام را مفروغ عنها شمرده هرگز قصد تامل دران نمی نمایند
و اگر احیاناً حکمے در قرآن و حدیث خلاف کتب معتمد خود ہا مے یابند بعضے قرآن
و حدیث را بتاویل کرده موافق از کتب می نمایند و نمے فہمند که مقصود اصلی اتباع
قرآن و حدیث است: بعضے چشم پوشی و گریز نیز از آں مقام اختیار میکنند از
حال این چنین فقہاء مخبر صادق خبر داده رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيهٍ (مشکوٰۃ)
مَعَاذَ اللّٰهِ عَنْ كُلِّ ذٰلِكَ عِيَاذًا كَثِيرًا پس ضرور افتاد که در فصل دوم آگاه کنم از آں که

قرآن و حدیث کا مطالعہ اور اس میں غور و فکر بالکل ترک کر دیتے ہیں اور جو بات کسی کتاب میں لکھی دیکھتے ہیں چاہے وہ
قرآن و حدیث کے موافق ہو یا مخالف جھٹ اس کو مان لیتے ہیں۔ ان میں سے کئی ایسے ہیں جو قرآن و حدیث کو دیکھتے
تک نہیں اور بعض جو دیکھنے کا تکلف کرتے ہیں ان کے معنی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور اگر کچھ لوگ غور و فکر
کرتے بھی ہیں تو نصائح ہیں یا پھر قیامت و برزخ اور ترک دنیا وغیرہ کی روایات ہوا احکام میں سے کسی شرعی احکام
استنباط کو یہ سمجھ کر کہ اس سے فراغت حاصل ہو چکی ہے غور و فکر کے ساتھ قطعاً متوجہ نہیں ہوتے۔ اگر کبھی قرآن و حدیث
میں اپنی اعتقادی کتابوں کے خلاف حکم پا لیتے ہیں تو بعض لوگ قرآن و حدیث کے ظاہری معنی بدل کر اور ہیر پھیر کر کے اپنی کتابوں
کے موافق بنا لیتے ہیں اور اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اصل مقصود تو قرآن و حدیث کی تابعداری ہے بعض لوگ ایسے مقام پر گریز
اور چشم پوشی کی راہ اختیار کرتے ہیں ایسے ہی فقہاء کے متعلق مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔۔۔ ہے '
فقہ حاصل کرنے والے غیر فقیہ ہوتے ہیں۔

اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دوسری فصل میں بتاؤں کہ کس مقام پر

درکدام مقام تقلید اختیار باید کرد و کجا انکار این کار باید نمود۔

فصل دوم باید دانست کہ انسان اگر عامی باشد و بسبب مشاغل دیگر از نوشت و خواند دور ماند و اکتفا بر دریافت از علمائے نماید برائے آن مناسب این ست کہ از علمائے محدثین و دیندار کہ در دیانت و خوف خدا و دانست قرآن و حدیث مشہور شدہ باشند سوال نماید باین طور کہ مارا درین مسئلہ طریہ محمدی تعلیم نمائید و اگر مرد طالب علم ست و شوق تحصیل علوم در دل دارد مناسب این ست کہ اول قرآن و حدیث بخواند بعد ازاں بکتب دیگر نظر ہمت گمارد تا آئینہ دار ظاہر شود کہ رای کدام بزرگوار در کدام جا صواب یافتہ و کجا روئے خطا دیدہ پس ہر مسئلہ کہ مصرح بقرآن و حدیث یابد دراں تقلید ہیچ مجتہدین نکنند کہ در مصرحات اجتہاد را دخلی نیست در خیر ست از سرور

پر تقلید کرنی چاہیے اور کس مقام پر تقلید نہیں کرنی چاہیے۔

دوسری فصل۔ (تقلید کا محل جواز و عدم جواز) یہ بات خوب ذہن نشیں کرنے کہ جو شخص نہ پڑھا ہوا ہے اور کاروبار

میں مصروفیت کے باعث لکھنے پڑھنے سے محروم رہا ہو اور علمائے مسلم دریافت کرنے کو کافی سمجھتا ہو تو ایسے شخص کے لئے مناسب ہے کہ وہ محدثین اور دیندار علمائے جو دیانت اور خوف خدا میں اور قرآن حدیث کے جاننے میں مشہور ہوں اس طرح سوال کرے کہ ہمیں اس مسئلہ میں بتائیں کہ خدا اور رسول کا کیا حکم ہے! اگر کوئی طالب علم ہو اور علوم کو حاصل کرنے کا پیدا شوق دل میں رکھتا ہو تو اس کے لئے مناسب ہے کہ پہلے قرآن و حدیث پڑھ لے اور دوسری کتابوں کی تعلیم حاصل کرے۔ تاکہ آئینہ کی مانند واضح ہو جائے کہ کون بزرگ کس جگہ صواب کو پہنچا اور کس جگہ خطا کی ہے۔ پس جو مسئلہ قرآن و حدیث میں صراحت کے ساتھ مل جائے اس میں کسی مجتہد کی تقلید نہ کرے کیونکہ واضح احکام میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں

حدیث شریف میں ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت

کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضرت معاذ رضی را میفرمودند کہ چہ خواہی کرد در آنوقت کہ کارہا در غیبت من بہ تو حاضر خواہند شد عرض نمود کتاب اللہ را معائنہ خواہم نمود فرمود کہ اگر دران یافتہ نشود چہ تدبیر ست گفت سنت رسول اللہ را تفحص خواہم نمود فرمود کہ اگر دران ہم نیابی عرض نمود کہ رائے خود را دخل دادہ اجتہاد خواہم کرد حضرت دلشاد گشتہ تحسین و آفرین فرمود معلوم شد کہ تا وقتے کہ حکم در قرآن وحدیث صریحاً و نص ہر یافتہ شود اجتہاد را دخل نباید داد خلاف آن اگر در کتب مجتہدین برآید ازاں چشم پوشی نمودہ دست آویز با قرآن وحدیث ضرور ست وگرنہ نسخ قرآن وحدیث از قول مجتہدین لازم خواہد آمد۔ ابی حنیفہ رح کہ سر قافلہ راہروانان طریقہ اجتہاد بود ازاں دو قول مروی ہستند کہ خانہ دین را حکم دو ستون اعظم دارند اول آنکہ اگر قول

معاذ رض سے پوچھا کہ جب تجھے میری عدم موجودگی میں شرعی امور سے واسطہ پڑے گا تو کیا کرے گا۔ انہوں نے عرض کی پہلے کتاب اللہ میں سے تلاش کروں گا فرمایا، اگر اس میں حل نہ ملے تو پھر کیا کرے گا عرض کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت تلاش کروں گا فرمایا اگر اس میں بھی نہ ملے تو؟ عرض کی اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر تعریف کی شاباش دی۔ اس حدیث شریف سے صاف ظاہر ہے کہ جب کوئی حکم قرآن وحدیث میں صراحت سے مل جائے تو اجتہاد کی ضرورت نہیں اگر مجتہدین کی کتابوں میں اس کے خلاف حکم ہو تو اس سے چشم پوشی کر کے قرآن وحدیث کو مضبوطی سے تھامے ورنہ مجتہدین کے اقوال سے قرآن وحدیث کا منسوخ ہونا لازم آئے گا۔ نعوذ باللہ امام ابو حنیفہ رح سے جو اجتہاد کی راہ پہ چلنے والوں کے سردار ہیں دو اقوال مروی ہیں جو دین کی عمارت کے بڑے ستونوں کا حکم رکھتے ہیں۔ پہلا قول یہ ہے کہ اگر میرا قول حدیث

مرا مخالف حدیث بیابید بدیوار فرنید۔ صاف معلوم گشت کہ در مخالفت
حدیث اقوال مجتہدین شنیدن راہ خروج از دائرہ تقلید آن
امام پیمودن است ہرگز مرتکب اینکار حنفی نیست۔ دوم آنکہ جائز نیست
کسے را عمل نمودن بقول من تا آنکہ نداند کہ این سخن از کجا گفتہ ام۔ معلوم میشود
کہ بر قول آن امام بیجا تمسک نمودن و فکر در دلائل و وجوہ قیاس نمودن ہرگز
مرضی آن امام نیست و آن امام در دنیا از فرمودن ہمیں دو قول بروز قیامت
از مواخذہ الٰہی نجات خواہد یافت۔ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا
فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ
(المائدہ ۱۱۶) و مقلدان ہمینی گرفتار خواہند ماند۔ نمی بینی کہ شاگردان ائمہ را چون از
قول اساتذہ اطمینان قلب حاصل نگشتہ دامن خود از آن مقام برداشتہ رفتند
امام محمد رح را اینقدر خلاف از امام اعظم رح است کہ آنرا اگر مذہب علیحدہ گویند

کے مخالف پاؤ تو دیوار پر دے مارو۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ حدیث کی مخالفت میں مجتہدین کے اقوال کو
سننا حضرت الامام کے دائرہ تقلید سے نکل جانے کی راہ اختیار کرنا ہے اور ایسا کرنے والا ہرگز حنفی نہیں ہے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ میرے قول پر کسی کو عمل کرنا جائز نہیں ہے جب تک یہ نہ جان لے کہ یہ قول میں نے کہاں سے لیا ہے؟
یہیں سے ہوا کہ امام صاحب کے قول پر بیجا ضد کرنا اور بلا سوچے سمجھے جم جانا اور دلائل اور وجوہات قیاس پر غور و فکر نہ
کرنا امام صاحب کی ہرگز پسند نہیں ہے اور امام صاحب اپنے ان دو ارشادات کے باعث قیامت کے
روز مواخذہ الٰہی سے نجات پالیں گے۔ اگر میں نے کہا تھا تو تجھ کو معلوم ہے، تو جانتا ہے جو
میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے بلاشبہ تو ہی پوشیدہ باتوں کا
جاننے والا ہے۔ اور ان کے جھوٹے مقلد مواخذہ الٰہی میں گرفتار ہوں گے کیا آپ یہ نہیں دیکھتے
کہ ائمہ کے شاگردوں کو جس مقام پر اپنے استاد کی بات پر اطمینان نہ ہوتا تو وہ وہاں سے اپنا دامن
بچا کر گزر گئے امام محمد رح نے امام اعظم رح سے اتنا زیادہ اختلاف کیا ہے کہ اگر اسے ایک الگ

بجاست و متاخرین چه قدر اقوال متقدمین را ساقط نموده اند غرض این است
که در ساقط نمودن قولے که مخالف حدیث و قرآن باشد باکے نه کنند و علما
بسیار باین معنی تصریح و تاکید نموده اند جائے تنگ گنجائش بیان نمیدارد
و علاوه ازیں احادیث مستند مستند و اقوال مجتهدین غیر مستند یعنی تحقیق
حال رواة و ثقات و اشتهار شان از شرائط ذکر است و اقوال مجتهدین
که مذکور میکنند سند آں ذکر نمی کنند از ائمه کدام شنیده و ازاں کدام روایت
میکنند و احوال راویان چیست تا سند قول موافق شرائط مذکور نگردد آں
قول چه اعتبار دارد بچه داند کس که ایں قول امام است یا کسے دیگر بر بست چنانکه
بعض نادانان نقلهائے وسواس محض افتراء منسوب بامام اعظم میکنند بگمان ایں
که مردمان او شاں را کمال متقی معلوم کنند بعضے بر گمان حالی ایں جنس مقلدان
را بیاں میکنند ... تقلید دو سه مقلد بیجے بد نام کنند نام جوانمرداں را

مذہب قرار دیا جائے تو بجا ہے اور متاخرین نے متقدمین کے کتنے ہی اقوال چھوڑ دیا ہے غرضیکہ جو قول قرآن حدیث
کے مخالف ہو اس کے چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بہت سے اہل علم نے اس بات کی خوب تصریح اور
تاکید کی ہے۔ اس مختصر سے رسالے میں ان کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ خوبی کی بات ہے کہ احادیث
باسند ہیں اور مجتہدین کے اقوال بلا سند یعنی احادیث کے راویوں کے حالات کی تحقیق ان کی شہرت و ثقاہت
شرائط کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے۔ لیکن جو لوگ مجتہدین کے اقوال بیان کرتے ہیں وہ سند بیان نہیں کرتے
کہ کس نے ائمہ سے سنا اس سے کون روایت کرتا ہے اور راوی کیسے ہیں؟ جب تک معتبر راویوں کی
شرائط کے مطابق قول ثابت نہ ہو جائے اس پر کیا بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ کیا معلوم کہ وہ امام صاحب کا قول ہے یا کسی
نے اپنی طرف سے امام صاحب پر بہتان تراشا ہے جیسا کہ بعض نادان لوگ وساوس کی نقلیں جو محض افتراء ہے امام اعظم رح
کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس گمان پر کہ لوگ انہیں کمال متقی خیال کریں مقلدین کے متعلق کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے
دو تین بے سمجھ مقلدوں کی تقلید جوان مردوں (یعنی اماموں) کو بد نام کرتی ہے۔

واگر سند از امور ضروری نیست پس در سند احادیث چرا تکلیف بے فائدہ بر داشتند؟ دیگر اینکہ علما جملہ متفق اند کہ مجتہد گاہے رائے او خطا میکند وگاہے بر صواب مے باشد پس ظاہر گشت کہ در مقابلۂ احادیث کہ مستند و کلام معصوم ست قولے کہ غیر مستند باشد و احتمال خطا دارد مسموع نخواہد شد۔ وجہ عدم اتفاق در بعضے احادیث و اقوال مجتہدین است بگوش ہوش باید شنید مجملاً دریں مقام تنگ بیان میکنم کہ بعد از جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم احادیث در اذہان و بر زبان ثقات بودند مردماں بخوف فراموشی و وضع و تحریف مصروف بجمع آن در کتب شدند چنانچہ ہر یک از ائمہ مجتہدین حسب توفیق احادیث معدود از رواۃ ثقہ مستند نمودہ در کتب مستندات خود جمع کردہ آخر الامر ہمچوں بزمانے کہ صحاح وغیرہ مدون گشت جمعیت علوم نبویہ گشتہ

اگر سند ضروری نہیں ہے تو حدیث کی سندوں میں کیوں بے فائدہ تکلیف اٹھائی جاتی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ مجتہد کی رائے کبھی صحیح ہوتی ہے اور کبھی غلط اس سے یہ بات بالکل واضح ہو گئی ہے کہ حدیث جو معصوم کی باسند بات ہے کے مقابلہ میں کوئی ایسی بات جو غیر مستند ہے اور اس میں خطا کا بھی احتمال برابر موجود ہے قبول نہیں کی جا سکتی۔ بعض احادیث اور اقوال میں مطابقت نہ ہونے کی وجہ پوری توجہ سے سنیں جو مختصر طور پر اس جگہ بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد احادیث معتبر اور پرہیزگار لوگوں کی زبانوں اور ذہنوں پر تھیں لوگ بھولنے، جھوٹی حدیث بنانے اور تحریف کے ڈر سے حدیث کو کتابوں میں جمع کرنے کے لئے مشغول ہو گئے چنانچہ ائمہ مجتہدین[1] نے بھی حسب توفیق کچھ احادیث معتبر اور پرہیزگار راویوں سے سن کر اپنی مستند کتابوں میں باسند جمع کر دیں آخر کار جس زمانہ میں صحاح ستہ کی تدوین ہوئی علوم نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جو سارے ممالک میں پھیل چکے تھے۔

---

[1] شاہ عبدالعزیز دہلوی نے بستان المحدثین میں صراحت فرمائی ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی کوئی کتاب جمع نہیں فرمائی۔ (مترجم)

در آفاق بود ظاہر گشتہ و تخریج احادیث موقوف شد و جملۂ احادیث مستخرج مدوّن
گشتہ مقتضائے اَلْفَضْلُ لِمَنْ تَأَخَّرَ بدست محدثین متاخرین در آمدند ہر چند
دریں باب ثواب سعی در سند و جمع برائے متقدمین اکثر است اما فضیلت
زیادتی علم احادیث برائے محدثین متاخرین حاصل آمد مانند کسے کہ وارث گشت
ترکۂ پدر و مادر و خواہر و جد خود را پس البتہ وارث در غنا و کثرت اموال زیادہ
خواہد شد از مورثان اگرچہ آں اموال جملہ از کسب کردۂ ہماں مورثان باشد
پس اکثر احادیث با شرائط سند بموجب مقتضیات وقت باکثر مجتہدین نرسیدند
و در آں مقام اسپ ہمت در میدان اجتہاد للہ فی اللہ دوانیدند و بمقتضائے بشری
بر زمین خطا فرود آمدند و با حدیث مخالف افتادند بعد از جمعیت احادیث
ہماں اختلاف است کہ ظاہر میشود پس در گذاشتن آں قول چہ باک ماند بعضے
می فہمند کہ در خلائق حنفی مشہور شدن نیز از ضروریات دین است پس اگر

حدیث کی کتابوں کی شکل میں مدون ہو گئے اور حدیثوں کی تخریج موقوف ہو گئی اور سب تخریج کی ہوئی احادیث
شمار ہو کر دستور کے مطابق یعنی فضیلت متاخرین کے لئے ہے متاخر محدثین کے ہاتھ آئیں اگرچہ یہ بالکل
درست ہے کہ سند اور جمع کرنے کا ثواب پہلوں کو ہی زیادہ ملے گا لیکن علم حدیث زیادہ پانے کی فضیلت متاخر
محدثین کے حصہ میں آتی ہے۔ اسے اس مثال سے سمجھ سکتے ہیں کہ ایک شخص اپنے ماں باپ بہن و دادا کا وارث
ہو یقیناً ایسا شخص مال و دولت میں ان سے زیادہ ہوگا جن کا وہ وارث ہوا ہے۔ اگرچہ وہ مال و دولت ان ہی
کا کمایا ہوا ہے جن کا وہ وارث ہوا ہے پس اکثر حدیثیں سند کی شرائط کے ساتھ زمانہ اور وقت کے تقاضوں
کی بناء پر اکثر مجتہدین کو نہ پہنچ سکیں اس وقت پر انہوں نے اجتہاد کے میدان میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہمت
کا گھوڑا دوڑایا اور بشری تقاضے کی بناء پر صواب کو نہ پا سکے اس طرح وہ نادانستہ طور پر حدیث کے مخالف ہو گئے
احادیث جمع ہونے کے بعد جو اختلاف ظاہر ہوا وہ یہی ہے۔ اب حدیث کی مخالفت میں اس قول کو چھوڑ دینے
میں کیا مضائقہ ہے۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ لوگوں میں حنفی مشہور ہونا بھی ضروریات دین میں سے ہے اگر ہم

مخالفت قول ابی حنیفہ رحمہ نمودیم حنفیت نخواہد ماند تفصیل جوابش باید فہمید کہ آنچہ بابی حنیفہ رحمہ منسوب ست دو طور دارد یکی اقوال اند مروی از ابی حنیفہ رحمہ کہ آن را در کتب فقہ عن ابی حنیفہ رحمہ می نویسند و دیگر مسائل مستنبط کہ علمائے دیگر از اقوال ابی حنیفہ رحمہ استنباط نمودہ شہرت بمذہب ابی حنیفہ رحمہ می کنند و آنرا در کتب فقہ می نویسند عند ابی حنیفہ رحمہ و ایں اجتہاد در اجتہاد ست اول آن اقوال خود از قرآن و حدیث مستنبط بودند و بار دیگر از آں اقوال مسائل دیگر مستنبط شدند و ایں مسائل احتمال دو خطا دارند کہ در ہر استخراج احتمال یک خطا است و از ہمیں اسباب تلامذہ و دیگر علماء در بعض مقام از مذہب ابی حنیفہ رحمہ متخلف شدند و ایں مقلداں ہم دراں مقام جانب علمائے دیگر اختیار کردہ اند و تقلید امام را گذاشتہ پس در بعض جا حنفی میشوند و بعض جا ابو یوسفی و محمدی و جائے دیگر زفری و جائے ابو اللیثی پس حنفیت ایشاں کجا باقی

حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ کے قول کی مخالفت کریں گے تو حنفی نہیں رہیں گے، اس کا مفصل جواب یہ ہے کہ ہمارے سامنے جتنے مسائل امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب ہیں وہ دو طرح کے ہیں۔ ایک تو وہ اقوال جو امام صاحب سے مروی ہیں انہاں کو فقہ کی کتابوں میں عن ابی حنیفہؒ لکھتے ہیں۔ دوسرے وہ مسائل جو اہل علم نے امام صاحب کے اقوال سے نکالے ہیں ان کے مذہب کے نام سے مشہور کرتے ہیں۔ ایسے مسائل کو فقہ کی کتابوں میں عند ابی حنیفہؒ لکھتے ہیں اور یہ اجتہاد در اجتہاد ہے پہلے تو وہ اقوال خود قرآن و حدیث سے نکالے گئے ہیں پھر دوسری بار ان اقوال سے اور مسائل نکالے گئے لہٰذا ایسے مسائل دو خطاؤں کا احتمال رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہر بار مسئلہ نکالنے میں ایک غلطی کا احتمال ہے۔ ان وجوہ کی بنا پر دوسرے علماء اور خود امام صاحب کے شاگردوں نے بعض مقامات پر اپنے امام کے مذہب کا خلاف کیا ہے بلکہ خود ان مقلدوں نے بھی ان مقامات پر امام صاحب کی تقلید چھوڑ کر دوسرے علماء کی بات قبول کی ہے۔ اس طرح وہ کسی جگہ حنفی کسی جگہ ابو یوسفی اور کسی جگہ محمدی اور دوسری جگہ زفری اور بعض جگہ ابو اللیثی بنتے ہیں اب ان کی حنفیت کہاں باقی رہی۔ اگر کہا

ماندد اگر گویند آنہا تلامذۂ ابی حنیفہ رح بودند دیگرے خواہد گفت کہ بعضے مؤرخاں امام شافعی را نیز نسبت تلمیذ بآنجناب کردہ اند و اگر فرض کردم تلمیذ بودند دو کس بودند ابو یوسف و محمد دیگر ہمہ علما ایں نسبت نداشتند و علاوہ ازیں اگر شخصے از من مخالف باشد گو از تابعانم موافق تر اسوائے مخالف دیگر نخواہم گفت پس کسے کہ تابع مخالف باشد دراں مسئلہ حنفی نماند بلکہ منسوب ہموں مخالف گشت پس ایں گفتگو برائے ہمیں ست تا ظاہر شود کہ محققین را مقصود اتباع حق میشود با نتساب بمردماں۔ و اینجا سخنے ست دیگر کہ بعد اتفاق کتب فقہ پوشیدہ نیست کہ از امام اعظم رح کتابے منقول نیست کہ براں بنائے مذہب شاں نمودہ آید اما اقوال چند در کتب متعارفہ مثل کنز و ہدایہ و عالمگیری و قاضیخاں و غیر ذالک کہ مسائل خارج از شمار یافتہ میشوند ہمہ از امام اعظم منقول نیست بلکہ مسائل چند بآں امام منسوب اند و اکثرے بصاحبین و بسیارے بعلمائے

کہا جائے کہ یہ لوگ امام صاحب کے شاگرد تھے تو کہا جا سکتا ہے کہ بعض مؤرخین نے امام شافعیؒ کی شاگردی کی نسبت بھی امام صاحب کی طرف کی ہے اگر ہم مان لیں کہ وہ شاگرد تھے تو ان میں سے صرف دو شخص تھے ابو یوسفؒ اور محمدؒ باقی علماء کو آپ سے تلمذ کا شرف حاصل نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص میرا مخالف ہو جائے میرے تابعداروں میں سے ہی کیوں نہ ہو تو اس کی موافقت کرنے والے کو مخالف کے سوا اور کچھ نہ کہوں گا۔ معلوم ہوا جو کوئی امام صاحب کے مخالف کا متبع ہوا اس مسئلہ میں حنفی نہ رہا بلکہ اسی مخالف کی طرف منسوب ہو گیا اس ساری گفتگو کا نتیجہ یہ ہے کہ حق پرستوں کو حق کی پیروی مدنظر ہوتی ہے نہ کہ کسی کی طرف منسوب ہونا یہ ایک اور بات یاد رکھنی چاہئے جیسا کہ فقہ کی کتابوں کے عالموں پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ امام اعظم رح سے کوئی کتاب منقول نہیں ہے جس پر آپ کے مذہب کی بنیاد رکھوا جائے متداول مشہور کتابوں مثلاً کنز، ہدایہ، عالمگیری، قاضی خاں وغیرہ میں جو بے شمار مسائل پائے جاتے ہیں سارے امام صاحب سے منقول نہیں ہیں ان میں سے صرف چند مسائل آپ کی طرف منسوب ہیں اکثر مسائل صاحبین امام ابو یوسف رح و امام محمدؒ . . .

متقدمین دیگر و بیشمارے بمتاخرین مثل صاحب ہدایہ و فتاوی و غیرہ کہ ایشان انہا
فراست خود دراں مسائل یجوز و لا یجوز می نویسند و پر ظاہر ست کہ اعتقاد
دیانت و فراست از وجدان قلب و ملاحظہ مسائل و تواتر استماع تقوی کہ
در دل خود از طرف امام اعظم رحمہ رسانیدہ ایم آں اعتقاد بخدمت سر علما کہ
خود را حنفی قرار دادہ اند نداریم پس اگر شخصے مسئلہ را ازیں کتب مشہورہ
بسبب مخالفت قرآن و حدیث یا استنباطنا پسند ساقط از نظر نمودہ در
حقیقت آں نقصانے نیست۔ آمدم بقسم دیگر کہ در مسائل قیاسی چہ خواہی کرد
باید دانست کہ بعض مرداں را بعد از مزاولت در قرآن و حدیث بسبب شدت
نور ایمان و سلامت عقل و فطانت حق در مسائل قیاسی نیز اکثر منکشف میشود
بوضعے کہ ہرگز شک و گمان را دراں دخلے باقی نمی ماند و بعضے مردم را بعد از فہم دلائل
در بعض مسائل ایں چنیں انکشاف حق پیدا میگردد پس در ہر مسئلہ کہ خود را ایں چنیں

اور متقدمین علماء کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور بے شمار مسائل علماء متاخرین جیسا کہ صاحب ہدایہ و
وغیرہ کی طرف منسوب ہیں ان حضرات نے اپنی فراست سے ان مسائل میں یجوز اور لا یجوز لکھی جائز اور
ناجائز لکھ دیا ہے ظاہر ہے کہ امام صاحب کی دیانت و فراست اور مسائل پر عبور اور تقوی و پرہیزگاری کے بارے
میں متواتر خبروں کا ہم اپنے دل میں جس قدر اعتقاد رکھتے ہیں ہمارا وہ اعتقاد ان علماء کے متعلق نہیں ہے جو
اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر کسی شخص نے ان کتب مشہورہ کی مخالفت کی بنا پر
یا نا پسند استنباط کی وجہ سے قابل اعتبار نہ سمجھا تو حقیقت میں کوئی نقصان نہیں ہے اب میں ایک
دوسری بات بیان کرتا ہوں کہ آپ کو قیاسی مسائل میں کیا کرنا چاہئے یہ بات ذہن نشین کرانی چاہئے
کہ بعض لوگوں کو قرآن و حدیث کے رات دن مطالعہ رکھنے کے بعد نور ایمان کی شدت اور عقل و فطانت کی
سلامتی کی وجہ سے قیاسی مسائل میں بھی اکثر اوقات اسطرح حق ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس میں شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہیں
ہوتی اور بعض لوگوں کو دلائل سمجھ لینے کے بعد بالکل اسطرح حق کھل جاتا ہے پس مسئلہ میں ایسا انکشاف ہو جائے

انکشاف رو نماید تقلید کسی روا ندارد چراکه انسان از پرسش بعقل خود خواهد
شد نه بر عقل دیگران و دانسته در مخالفت حق البته ماخوذ خواهد شد۔
چنانکه قول ثانی امام رحہ بر ہمیں معنی دلالت دارد اگر خود بایں مرتبه نرسیده
است ضرور است که تقلید یکی از مجتہدین که بگمان خود دیندار دانسته باشد
نماید چراکه تا انسان بپایہ تحقیق نرسیده است از تقلیدش ناگزیر است
و چوں راه تحقیق کشاده شد از تقلید منانع اما گریز که کور بے اختیار دست در
درازی بہر کس و ناکس و بینا نتواند که چشم را بند کرده گرفتار بر در و دیوار شود
ظاہر شد که تحصیل قرآن و حدیث برای ہر طالب حق ضرور افتاد لیکن درین چند
زمان مردماں گراں میدانند و میگویند که علم قرآن و حدیث مشکل بسیار است ازاں
پیش لیاقت آں میداشتند لہذا ضرور افتاد که فصل ثالث را مشتمل بر تسہیل و تحصیل
نمایم تا حوصلہ مومنین در تحصیل ایں نعمت عظمیٰ در تزاید درآید۔

اس میں کسی کی تقلید جائز نہیں ہے کیونکہ انسان سے اس کی اپنی عقل پر پرسش ہوگی نہ کہ کسی دوسرے کی
عقل پر یعنی جان بوجھ کر حق کی مخالفت کرنے پر یقیناً مؤاخذہ ہوگا چنانچہ حضرت امام صاحب کے دوسرے
قول کا مطلب بھی یہی ہے اگر اسے خود یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے تو کسی مجتہد کی تقلید کرنا ہوگی
جسے وہ اپنے خیال میں دیندار سمجھتا ہو کیونکہ جب تک انسان کو تحقیق کا درجہ حاصل نہ ہو اسے تقلید سے
چارہ نہیں ہے جب تحقیق کی راہ کھل جائے تو تقلید سے کوسوں دور بھاگنا چاہیئے کیونکہ اندھا
مجبور ہے کہ ہر کس و ناکس پر ہاتھ ڈالے لیکن آنکھ والے سے یہ نہیں ہو سکتا کہ آنکھ بند کر کے
ہر در و دیوار پر ہاتھ مارتا پھرے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہر طالب حق کو قرآن و حدیث کا علم
ضرور سیکھنا چاہئے لیکن اس زمانے میں لوگ اسے مشکل خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث کا
علم بہت مشکل ہے پہلے لوگ اس کی لیاقت رکھتے تھے ہم میں یہ لیاقت کہاں لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تیسری
فصل میں علم حاصل کرنے کی سہولت بیان کر دی جائے تاکہ اہل ایمان کا اس نعمت عظمیٰ کے حاصل کرنے میں حوصلہ بڑھے

فصل سوم در تسہیل علم قرآن وحدیث

باید دانست کہ قرآن شریف بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ نازل شدہ است و آنہا امی بودند ومخاطب بالذات ہماں امی ہستند وباقیاں تابعی وتطفیلی و تمثیلات ومحاورات ہمہ موافق عرف وعادت امیاں عرب دارد وتفسیرے ہمراہ قرآن نازل نشدہ اگر فہم امیاں وناخواندگاں در ادراک معنی قرآن کفایت نمیکند صحابہ رض چگونہ آنرا می فہمیدند وبجا آوری احکام وی نمودند حالانکہ رب العالمین میفرماید در سورہ قمر وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ۝ قرآن شریف را مشکل تر گفتن منکر ایں آیت شدن ست وخدا تعالیٰ رحمت کند بر قراء سابق کہ قرآن را معرب کردہ حاجت از تحصیل صرف ونحو درایں ساقط گردانیدند وتحقیق الف ولام ومثل آں کہ در قرآن شریف مردماں بیان میکنند منشاء آن این ست کہ بعضی کسانرا از خواندن قرآن

تیسری فصل۔ قرآن وحدیث کے آسان ہونے کے بیان میں

یہ بات بھی معلوم ہونی چاہیے کہ قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے صحابہ کرام رض کے سامنے نازل ہوا تھا اور یہ سب ان پڑھ تھے قرآن کے اصلی اور پہلے مخاطب یہی لوگ تھے باقی لوگ انکے تابع مخاطب ہیں قرآن کی سب مثالیں اور محاورات عرب کے ان پڑھوں کے عرف وعادت کے موافق ہیں قرآن کے ساتھ آسمان سے کوئی تفسیر نہیں اتری تھی اب بتایا جائے اگر ان پڑھ لوگوں کا فہم قرآن کے سمجھنے میں کافی نہیں ہے تو صحابہ کرام رض اس کو کس طرح سمجھتے تھے اور کس طرح اسکے احکام کی تعمیل کرتے تھے سورہ قمر میں رب العالمین جل جلالہ فرماتے ہیں ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے قرآن مجید کو مشکل کہنا اس آیت کا انکار ہے پہلے قاریوں پر اللہ تعالیٰ رحمت کرے جنہوں نے قرآن مجید پر اعراب زبر زیر پیش وغیرہ لگا کر لوگوں کو صرف ونحو سے بے نیاز کردیا ہے۔ جو لوگ قرآن مجید میں الف لام کی تحقیق بیان کرتے ہیں اس کا سبب ہے کہ بعض لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے سے

مقصود بجا آوری احکام میباشد پس نظر اوشان باین تدقیقات بیجا نمی‌رود
و مقصود بعضی کسان از دیدن قرآن انسلاک خویش است در زمرهٔ علما بدقیق
لابد طبیعت آنها بسوے این موشگافیها مائل میشود و صداقت این کلام از امثال
دنیا میتوان فهمید که هرگاه از پیش حاکمان دنیا پروانه می آید آن پروانه باوجودیکه
هر لفظ او احتمال هزاران موشگافیها دارد و قصدها می تدقیق علمی در هر فقره اش
می توان کرد کسی از رعایا خوانده باشد یا ناخوانده سواے دریافت احکام بطرف
دیگر نظر نمیگرداند چراکه مقصود از مطالعه اش سر انجام کاری در ذهن خود
مستقر دارد بخلاف شعر و غزل که مقصود ازاں بجا آوردن کاری نیست لاجرم
صاحب ذکا در حقائق عبارتش فکر میکنند و بیک کلمه صدها معنی پیدا می نمایند
و علم احادیث دو فن دارد یکی علم المتن یعنی غرض دینی از الفاظ حدیث فهمیدن
و دیگر فن اسانید می نامند یعنی رتبه احادیث و شناختن مدارج قوت و ضعف یا دریافتن

اس کے حکموں کو بجا لانا مقصود ہوتا ہے اس لئے ان کی نظر ایسی بے فائدہ باریکیوں کی طرف نہیں جاتی ہے جن لوگوں کا
مقصد قرآن مجید پڑھنے سے اپنے آپ کو باریکیاں نکالنے والے علماء کے گروہ میں شامل کرنا ہوتا ہے لہذا ان کی طبیعت ان
موشگافیوں کے نکالنے کی طرف مائل ہو جاتی ہے۔ اس گفتگو کی سچائی دنیا کی مثال سے بھی جانی جا سکتی ہے دیکھئے! جب کبھی دنیا کے حکمران
کے پاس سے کوئی پروانہ آتا ہے تو باوجودیکہ اس کے ہر لفظ میں ہزارہا موشگافیاں اور بہت سی علمی باریکیاں تلاش کی جا سکتی ہیں
لیکن رعایا میں کوئی شخص ان پڑھ ہو یا پڑھا لکھا احکام معلوم کرنے کے سوا دوسری طرف توجہ نہ کرے گا۔ کیونکہ انہوں نے اس کو
پڑھنے کا مقصد اپنے ذہن میں تعمیل حکم ٹھہرایا ہوتا ہے بخلاف شعر و غزل کے کہ اس سے کسی کام کو انجام دینا مقصود نہیں
ہوتا بلکہ ذہانت کا اظہار مقصود ہوتا ہے اس لئے ذہین لوگ اس کی عبارت کی باریکیوں
میں غور و فکر کرتے ہیں اور ایک کلمہ میں سینکڑوں نکات پیدا کر لیتے ہیں۔ علم احادیث
کے متعلق دو فن ہیں۔ پہلا علم المتن ہے یعنی حدیث کے الفاظ سے دینی غرض سمجھنا اور دوسرے
کو فن اسانید کہتے ہیں یعنی حدیث کا مرتبہ اور اس کے ضعف و قوت کے مدارج کو پہچاننا ؛ ؛

علم المتن موقوف بر ایمان ست ہر قدر کہ ایمان قوی تر خواہد بود عزت احکام و لطافت کلام را از قرآن و حدیث زیاده تر دریافت خواہد کرد و ضعیف الایمان نیز اگر بقصد پیروی نظر بر آں کتب متبرکہ خواہد گماشت؟ از ادراک او ہرگز محروم نخواہد ماند احادیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سخنان روز مرہ عرب بودند سہل و فصیح و قریب الفہم کہ بدویان را بسماعت میرسیدند و ترجمہ قرآن و احادیث در اکثر زبان موجود ست کہ عجمی را مطلقاً تردد در لغات ہم نمیرسد حالا تامل باید نمود در احوال کتب دیگر مثل کافیہ و شافیہ و مطول و کفایہ و ہدایہ و قاموس و کشاف کہ چہ قدر عبارات متین و اشارات دقیق دارد کہ در فہم یک کتاب کما ینبغی عمر یک آدمی صرف میشود چنانکہ بر علماء پوشیدہ نیست و بروز قیامت سوال از ہمیں قرآن و حدیث خواہد شد نہ از کتب دیگر باید فہمید کہ دیدن کتب دیگر منع ست یا خالی از منافع اما

علم المتن کا دار و مدار ایمان پر ہے جس قدر ایمان مضبوط ہوگا اتنا ہی قرآن و حدیث سے کلام کی لطافت اور احکام کی عزت زیادہ معلوم ہوگی ضعیف الایمان بھی اگر پیروی کی نیت سے ان متبرک کتابوں میں غور و فکر کرے گا تو اس کی فضیلت حاصل کرنے سے ہرگز محروم نہ رہے گا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں عرب کی روز مرہ کی بول چال میں آسان اور فصیح ہیں اور اتنی جلدی سمجھ میں آنے والی ہیں کہ گنوار دیہاتی بھی مطلب سمجھ لیتے ہیں قرآن و حدیث کا ترجمہ بہت سی زبانوں میں ہو چکا ہے غیر عربوں کو اب لغات کے سمجھنے میں کوئی دقت نہیں ہے اب ذرا دوسری کتابوں مثلاً کافیہ، شافیہ، مطول، کفایہ، ہدایہ، قاموس اور کشاف وغیرہ کے حالات میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ عبارتیں کتنی مضبوط ہیں اور ان میں کتنے باریک اشارے موجود ہیں ایک کتاب کو پورے طور پر سمجھنے میں ایک آدمی کی عمر صرف ہو جاتی ہے جیسا کہ علماء پر پوشیدہ نہیں ہے لیکن قیامت کے روز اسی قرآن و حدیث کے بارے میں سوال ہوگا نہ کہ دوسری کتابوں کے متعلق۔ خوب سمجھ لیجیے کہ قرآن و حدیث کے علاوہ دوسری کتابوں کا مطالعہ یا تو منع ہے یا فائدے سے خالی ہے۔

ضروری را از غیر ضروری جدا کردہ اعلیٰ را از ادنیٰ تمیز دادہ و ہر چہ ضرور و اصلی
باشد آنرا اولاً اختیار کند بعد ازاں اگر فراغت وقت یابد بہر کتب کہ
طبیعتش مائل باشد بدیں مشغول شود عمر قلیل است و علم کثیر۔ آنچہ ضروریست جہاں پیش گیر
.... فن اسانید عبارتست از دریافتن حال رواۃ
ہر حدیث کمیۃً و کیفیۃً و کثرت و قلت ایشاں چرا کہ قوت و ضعف احادیث موقوفست
بر کثرت و قلت و ضعف و قوت رواۃ و سند عبارتست از شنیدن حدیث
از استاذی ثقہ کہ سلسلہ سند خود تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستحکم داشتہ
باشد و پیدا ظاہر ست کہ ایں طور سند در اوائل زمانہ کہ قریب از جناب رسالت
مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسان بود از زمانہ حال کہ بعید تر ست از زمانہ ہدایت
نشانہ و چوں علمای متقدمین مثل جامع صحاح وغیرہ کہ خود ثقاہت ایشاں ثابت
ست و ہر حدیث را با سلسلہ رواۃ در کتب خود مدون کردند ازاں کتب

مگر ضروری کو غیر ضروری سے علیحدہ کر کے اعلیٰ کو ادنیٰ سے امتیاز دے کر جو ضروری اور اعلیٰ ہو پہلے اسے
اختیار کریں پھر اگر فرصت ملے تو جن کتابوں کی طرف طبیعت مائل ہو مطالعہ کریں یعنی عمر تھوڑی ہے
اور علم زیادہ ہے جو علم ضروری ہو اسے پہلے حاصل کرو فن اسانید ہر حدیث کے راویوں کے پورے
پورے حالات اور ان کی کثرت و قلت کے دریافت کرنے کو فن اسانید کہتے ہیں کیونکہ احادیث کی
قوت و ضعف راویوں کی کثرت و قلت اور قوت و ضعف پر موقوف ہے۔ اور سند کہتے ہیں اس
ثقہ اور قابل اعتبار استاد سے حدیث سننے کو جس کا اپنا مضبوط سلسلہ سند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم تک پہنچا ہو سو یہ بالکل واضح بات ہے کہ اس طرز کی سند شروع زمانہ میں جو جناب رسالت مآب صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے قریب تھا۔ زیادہ آسان تھی ہمارے موجودہ زمانہ سے جو نبوت کے زمانہ سے
بہت بعید ہے اور جب صحاح ستہ وغیرہ کو جمع کر نیوالے۔ متقدمین جیسے بزرگوں نے جن کی اپنی ثقاہت مسلّم ہے ہر حدیث
کو راویوں سلسلہ سمیت اپنی کتابوں میں جمع کر دیا ہے ان لوگوں نے ان کتابوں سے لے کے تواتر سے احادیث نقل کی ہیں

نقل متواتر برداشتند کہ حالا دراں کتب تحریف مشکل ست واحوال رواۃ
در کتب فن اسماء الرجال جمع نمودند بعد از تدوین این چنیں کتب مضبوط
احتیاج سند ساقط گشتہ مَنْ جَرَّبَ الْمُجَرَّبَ حَلَّتْ بِهِ النَّدَامَةُ پس ہر کس کہ
صحیح بخاری را بیند گویا از محمد بن اسماعیل سند میکند واو سلسلہ سند خو
تا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در کتاب خود ذکر کردہ است پس کسی کہ
حدیث را در صحیح بخاری یافت گویا از زبان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
شنید چنانکہ صاحب مشکوۃ نیز در خطبہ اش ہم چنیں خبر میدہد کہ ما احادیث خود
وقتی کہ در صحاح شان دیدہ ایم گویا از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سند
نمودہ ایم چرا کہ جامع آنہا ما را مستغنی کردہ اند از سند نمودن و دیگر بسیاری
از محدثین تفصیل این معنی کردہ اند کہ سند درین زمانہ بیش از رسم نماندہ خدا

کہ اب ان میں ادل بدل بالکل ناممکن ہے۔ اور راویوں کے حالات فن اسماء الرجال کی کتابوں میں
جمع کر دیئے گئے ہیں اس قدر معتبر اور شائستہ طریقہ سے جمع کی گئی کتابوں کی مرتب کی ہیں سند کی
ضرورت نہیں ہی کسی نے کیا ہی اچھا کہا ہے کہ آزمائی ہوئی چیز کو آزمانے سے سوائے شرمندگی کے کچھ حاصل
نہیں ہوتا۔ مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر یہ بات یقیناً درست ہے کہ جو شخص صحیح بخاری پڑھتا ہے گویا وہ محمد
بن اسماعیل بخاری سے سند کرتا ہے اور امام بخاری نے اپنی سند کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنی کتاب
صحیح بخاری میں بیان کر دیا ہے اب جو شخص صحیح بخاری میں حدیث پائے تو گویا اس نے
رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا چنانچہ صاحب مشکوۃ نے بھی اپنی کتاب
کی ابتداء میں جو خطبہ لکھا ہے اس میں یہی بات بیان کی ہے کہ جب ہم نے اپنی حدیثیں محدثین کی صحیح کتابوں
میں دیکھی ہیں تو گویا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان حدیثوں کی سند کرتے ہیں کیونکہ ان کتابوں کے
مؤلفین نے ہمیں سند بیان کرنے سے بے نیاز کر دیا ہے اور دیگر بہت سے محدثین نے بھی اس مسئلہ کو تفصیل
سے بیان کیا ہے کہ اس زمانہ میں سند بیان کرنے کی حیثیت رسم سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے اللہ تعالیٰ

غریق رحمت کند محدثین متقدمین را کہ موضوع را از نا موضوع ممتاز کردہ و قوی را
از ضعیف جدا نمودہ علی حسب مدارج در کتب خود با مدون کردند برائے ہر مطلبے
باب و فصل علیحدہ علیحدہ مقرر نمودہ اند و از ملاحظہ معلوم میشود کہ در احادیث مسائل
جزئیات نیز بے شمار اند حالا فن حدیث در تسہیل مثل کتب فقہ شدہ ہر مسئلہ کہ
پیش آید در باب آں ملاحظہ کنند مرضی رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ظاہر
خواہد شد بلکہ از فقہ ہم آسان تر ست چرا کہ کتب فقہ بے شمار اند و عالمان مصنف
آں ہزار یک امر اگر در کتابے جائز یافتہ شود ظن غالب ست بکتاب دیگر ناجائز نوشتہ
باشند پس بگفتہ کدام کس عمل نمودہ آید و ایں قدر کتب از کجا جمع شود و عمر و فرصت
از کجا دست دہد۔ تا انسان باحکام مطلع شود و احادیث کہ ایں قدر بے حد و بے
شمار با شاعت کتابت در آمدہ اند موضوع ہستند آنچہ محدثین در کتب
مسند خود جمع کردہ اند معدود اند جملہ احادیث غیر موضوع را شمار کردہ اند

متقدمین محدثین کو غریق رحمت کرے کہ انہوں نے موضوع احادیث کو غیر موضوع احادیث سے اور قوی کو ضعیف سے جدا
کرکے سب مدارج اپنی کتابوں میں جمع کر دیا ہے۔ اور ہر مسئلہ کیلئے علیحدہ علیحدہ باب اور فصلیں مقرر کر دی ہیں
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جزوی مسائل بھی بے شمار ہیں اب تو فن حدیث فقہ کی کتابوں کی طرح بالکل آسان
ہو گیا ہے جو مسئلہ پیش آئے اس کے باب میں دیکھ لیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رضا معلوم ہو جائے گی بلکہ
علم حدیث تو فقہ سے بھی زیادہ آسان ہو گیا ہے کیونکہ فقہ کی کتابیں بیشمار ہیں اور انکے مصنف ہزاروں ہیں اگر ایک
مسئلہ ایک کتاب میں جائز لکھا ہے تو گمان غالب ہے کہ دوسری کتابوں میں ناجائز لکھا ہوگا تو اب کس کے کہنے پر
عمل کیا جائے اور اتنی کتابیں کہاں سے لی جائیں اور اتنی فرصت و عمر کہاں سے کہ جس میں انسان ان کتابوں سے
احکام الٰہی معلوم کر سکے . . . .

محدثین کرام نے جتنی احادیث اپنی مستند کتب میں جمع فرمائی ہیں وہ گنی
چنی ہیں اور جس قدر غیر موضوع احادیث ہیں محدثین نے ان کو بھی اپنی کتابوں میں شمار کر دیا ہے

عدد آں در کتب خود محدثین خبر دادہ اند چنانچہ بر واقفان علم پوشیدہ نیست و در کتب احادیث ناسخ و منسوخ اکثر در یک باب بیان میکنند کہ طالبان را تشویشے نشود و عمل بحدیثے ترک بناید کرد بگمان اینکہ شاید منسوخ باشد کہ ایں احتمال در جملہ احادیث موجود است چہ اکثر تمام سخنان زندگی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمع نشدہ بلکہ بسیارے فوت گشتہ پس عمل بہیچ حدیث احدے را از مجتہدین نیز سزاوار نباشد حقیقت ایں مکان آن ست کہ تا آنکہ حدیث ناسخ بشخصے نرسیدہ منسوخ بحق او منسوخ نیست اگرچہ بواقع نسخ شدہ باشد و وقتیکہ حدیث ناسخ دریافت عمل بمنسوخ ہرگز روا نبود استعمال حنتم و دُبا در حق قوم ربیع منسوخ نباشد تا وقتیکہ حکم ناسخش بدیار ایشان نرسیدہ پس متبع سنت را باید کہ اگر جز یک حدیث در مدت العمر بوی نرسیدہ باشد بمعمول حدیث را غنیمت بارده شمردہ باحتمال دور و دراز ترک

جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں اور کتب حدیث کے جامعین عموماً ناسخ و منسوخ ایک باب میں بیان کر دیتے ہیں تاکہ تلاش کرنے والوں کو پریشانی نہ ہو اور کسی حدیث پر عمل اس گمان سے ترک نہ کر دینا چاہیے کہ شاید منسوخ ہو کیونکہ یہ احتمال تو تمام احادیث میں موجود ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی سب باتیں جمع نہیں ہوئیں بلکہ بہت سی رہ گئی ہیں۔ اس طرح تو کسی مجتہد کو کسی ایک حدیث پر بھی عمل کرنا مشکل ہو گا اس مسئلہ کی تحقیق یہ ہے اور جب تک کسی شخص کو ناسخ حدیث نہیں پہنچی اس وقت تک منسوخ حدیث اس کے حق میں منسوخ نہیں ہے اگرچہ فی الواقع منسوخ ہی ہو اور جب ناسخ معلوم ہو جائے تو منسوخ حدیث پر عمل جائز نہ ہو گا۔

اس کی مثال یہ ہے حنتم دباکہ کی ٹھلیا، اور سبز ٹھار کدو کے برتن کا استعمال قوم ربیع کے حق میں منسوخ نہیں تھا جب تک ان کے علاقے میں ناسخ کا حکم نہ پہنچا تھا پس متبع سنت کو چاہیے اگر تمام عمر ایک حدیث کے سوا اس کے پاس اور کچھ نہ پہنچے تو اسی کو نعمت عظمیٰ سمجھ کر اور دور دراز کے احتمالات پر اسے ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

دست نگذارد بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً برسانید از ما اگرچہ یک حدیث باشد. این حدیث ہمیں معنی دارد دراز تتبع کتب معلوم میشود کہ علمای سابق نیز عمل بحدیث منسوخ نمودہ اند بسبب اینکہ ناسخ بادشان نرسیدہ احادیث متعارضہ نیز اکثر ہمیں طور یک جا نوشتہ میشوند تا اندکے تامل تعارض از ظاہر برداشتہ شود و پیدا است کہ دو کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحقیقت متعارض نخواہد شد. مگر نزد کم فہمان بظاہر متعارض معلوم میشوند و بحقیقت معنی ہر حدیث محمل آں جدا میباشد. یک شے باقی ست در اقسام حدیث کہ علمائے اصول احادیث

اقسام حدیث

اقسام آن بسیار مے گویند مثل صحیح و حسن واحسن و غریب و موقوف و مرسل و منقطع وغیرہا پس اینقدر مدارج جلد ذہن ہر

میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی حدیث ہو۔ اس حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے۔ کتابوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے علماء بھی ناسخ حدیث کے نہ ملنے کے زمانے میں منسوخ حدیث پر ہی عمل پیرا رہے ہیں اور متعارض احادیث جو بظاہر ایک دوسرے کے مخالف معلوم ہوتی ہیں وہ بھی اکثر اسی طرح ایک جگہ لکھی جاتی ہیں تاکہ معمولی سی توجہ بچار سے ظاہری تعارض اٹھ جائے۔ ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دو ارشادات کے درمیان حقیقۃً تعارض نہیں ہو سکتا۔ مگر کم فہم لوگوں کو نظر بظاہر متعارض معلوم ہوتا ہے حقیقت میں ہر حدیث کے معنی کا محل جدا جدا ہوتا ہے

حدیث کی اقسام

اقسام حدیث کے سلسلہ میں ایک بات باقی رہ گئی ہے اصول حدیث کے علماء حدیث کی بہت سی اقسام بیان کرتے ہیں جیسے صحیح، حسن، احسن، غریب، موقوف، مرسل، منقطع وغیرہ ہر شخص کے ذہن میں حدیث کے اتنے درجات جلدی سے ضبط نہیں ہو سکتے۔

ہر کس ضبط نمیتواند شد کہ عمل بالحدیث باید فہمید کہ تعدد اقسام بسبب تعدد حیثیات است ہر قدر کہ قید و حیثیت زیادہ خواہند کرد اقسام زیادہ خواہد بر آمد و ہر قدر کہ قید کم خواہند نمود اقسام کم خواہد بر آمد مثلاً تمام انسان دو قسم ہم تواند شد سیاہ و غیر سیاہ ہزار قسم ہم تواند بود سیاہ و سرخ و گندم گون و دراز گردن و مثل آن اما در تزاید اقسام در احادیث برائے عاملان تردد بسیار واقع میشود علمای اصول فقہ در اقسام حدیث طور خوب مختصر اختیار کردہ اند عاملان حدیث نیز اگر طور سہل و مختصر پیش نظر خود دارند نفع بسیار خواہد شد و طور مختصر این ست کہ جملہ احادیث غیر موضوع دو قسم اند قوی و ضعیف ضعیف آنکہ سلسلۂ رواۃ آن گم نشود لیکن حال آں رواۃ محفوظ نباشد از ثقاہت وغیر آں و قوی آنکہ رواۃ آں گم نشوند و ثقاہت آنہا ثابت باشد . . . . . و قوی را دو قسم تواں کرد اگر حدیث با مضمون آں را

تاکہ حدیث کا درجہ معلوم کر کے اس پر عمل کر سکے۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ اقسام کی زیادتی مختلف حیثیات کے زیادہ ہونے کی بنا پر ہے۔ جس قدر قید و حیثیت زیادہ کی جائے گی اسی لحاظ سے قسمیں زیادہ ہوں گی اور جسقدر قیود کم ہوں گی اتنی ہی اقسام کم ہو جائیں گی۔ مثال کے طور پر سارے انسان دو قسم کے بھی ہو سکتے ہیں سیاہ اور غیر سیاہ اور ہزار قسم کے بھی ہو سکتے ہیں سیاہ، سرخ، گندم گوں، دراز گردن علیٰ ہذا القیاس لیکن حدیث کی زیادہ اقسام کے باعث عمل کرنے والوں کے لئے کافی تردد ہوتا ہے علماء اصول فقہ نے حدیث کی اقسام کے سلسلے میں بہت ہی عمدہ مگر مختصر سا طریقہ اختیار کیا ہے اگر عاملین حدیث بھی آسان اور مختصر طریقہ پیش نظر رکھیں تو بہت سا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور وہ مختصر سا طریقہ یہ ہے کہ غیر موضوع احادیث ساری کی ساری دو قسم کی ہیں قوی اور ضعیف ضعیف حدیث وہ ہے جس کے راویوں کا سلسلہ تو مفقود نہیں ہے لیکن اس کے راویوں کی ثقاہت وغیرہ کا حال محفوظ نہیں ہے قوی حدیث وہ ہے جس کے راویوں کا سلسلہ کہیں نہ ٹوٹے اور ان کی ثقاہت بھی ثابت ہو قوی کی بھی دو قسمیں کرتے ہیں جس حدیث کا مضمون حدیث کو

از آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند کس مردماں ناقل اند متواتر است و گرنہ غیر
متواتر در کتب دیگر علماء عدد رواۃ متواتر بیان نمیکنند بسبب اینکہ حدیثے
برائے تواتر بسبب اختلاف حال رواۃ معین نیست وقتیکہ فائدہ یقین کلی
بخشیدہ ہماں وقت متواتر گشت اما پوشیدہ نیست کہ وقتیکہ رواۃ ثقہ
وعدل وسلیم العقل باشند ۳ رواۃ از آنہا فائدہ قطع می بخشد لہٰذا دریں مقام
بسہ رواۃ محدود کردہ شدہ حدیث متواتر نص قطعی است غیر متواتر مظنون الصدق
بظن غالب وضعیف محتمل الصدق والکذب وحکم ضعیف آن است کہ در اخبار قیامت
و برزخ ونار وجنت وتہدید وترغیب ومثل آں قبول نمودہ خواہد شد و در
اوامر ونواہی نیز سوائے حدود وقصاص ودیگر امور عظیمہ بشرطیکہ معارض از قوی نشود
عمل نمودہ خواہد شد وگرنہ ترک باید کرد واگر بمضمون واحد سہ حدیث ضعیف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند لوگ نقل کرتے ہیں وہ متواتر ہے ورنہ غیر متواتر۔ راویوں کے حالات
کی بنا پر حدیث متواتر کے لئے کوئی حد مقرر نہیں ہے اس لئے علماء اپنی کتابوں میں متواتر حدیث کے راویوں
کی تعداد بیان نہیں کرتے۔ جو حدیث یقین کلی کا فائدہ دے وہ متواتر ہے لیکن یہ بات کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں
ہے کہ جب راوی ثقہ، عادل اور سلیم العقل ہوں گے تو تین راویوں ہی سے قطعی یقین کا فائدہ حاصل ہو جایا کرتا
ہے۔ لہٰذا اس جگہ متواتر حدیث کے لئے تین راویوں کی حد مقرر کر دی گئی ہے۔ متواتر حدیث نص قطعی ہے
اور غیر متواتر میں صدق کا ظن غالب ہوتا ہے اور ضعیف میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے ضعیف
حدیث قیامت کی خبروں اور برزخ اور دوزخ و جنت، اور ترغیب و ترہیب کے
سلسلے میں قبول کی جائے گی۔ اسی طرح حدود و قصاص اور دوسرے اہم امور
کے علاوہ اوامر و نواہی میں بھی مقبول ہو گی بشرطیکہ قوی حدیث سے معارض نہ ہو
ورنہ ترک کر دینی چاہیئے۔ ایک مضمون کی اگر تین ضعیف حدیثیں ہوں۔

۲۹۷۶۴۱ | ۱۱۲

یافتہ شود حکم حدیث قوی پیدا خواہد نمود و از متواتر غیر متواتر را نسخ جائز ست و آنچہ از قوی غیر متواتر ثابت شود عمل بداں واجب ست و منکراں کافر ایں قدر اقسام و احکام آں دانستن برائے ہر عامل بقدر ضرورت ست و کفایت می کند۔ تمام شد رسالہ عمل بالحدیث۔

تو ایک قوی حدیث کے حکم میں ہو جاتی ہیں اور متواتر سے غیر متواتر کا منسوخ ہونا جائز ہے اور جو مسئلہ قوی غیر متواتر سے ثابت ہو جائے اس پر عمل واجب ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ حدیث کی اتنی اقسام اور ان کے احکام کا جان لینا بقدر ضرورت ہر عمل کرنے والے کے لئے کافی ہے۔

الحمد للہ

کہ

رسالہ مسلک حدیث

ترجمہ

عمل بالحدیث

بتوفیقہ تعالیٰ ختم ہوا

ابوبکر صدیق فیروزپوری۔ لاہور

۲۴ — ۹ — ۶۴

محمد نواز کاتب خوشنویس کیلانی

